اسلام کے فلسفہ سیاست کی بنیادیں

(۴)

از ڈاکٹر ماجد علی خاں لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ
دہلی

(۶) شوریٰ (Counsel) دینی حکومت یا سیاست شرعیہ کا ایک اہم بنیادی اصول شوریٰ ہے۔ جس کی جانب قرآن کریم بھی اشارہ کرتا ہے۔

وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔ اور ان کے (یعنی مسلمانوں کا) معاملات آپس کے مشورے سے چلتے ہیں۔

شوریٰ کی اہمیت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک سورۃ (جس کی ایک آیت اوپر درج ہے) اسی نام سے موسوم ہے۔ دینی حکومت میں رئیس مملکت تمام امور باہمی مشورہ سے کرتا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دیا گیا۔

وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللہِ ط (آل عمران۔ ۱۵۹) اور اپنے معاملات میں ان سے (یعنی مسلمانوں سے) مشورہ کرو پھر جب تم (کسی رائے کو اختیار کرکے) پختہ عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

یہ آیت جنگ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جنگ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کی نہیں تھی لیکن مسلمانوں (خاص طور سے نوجوانوں) کی رائے کا احترام کرتے ہوئے آپ نے باہر نکل کر جنگ

کرنے کا ارادہ کیا تھا. لیکن جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں نہیں رہا. جس کا آپ کی طبیعت پر بہت اثر تھا. اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خاص طور سے بدستور ان سے معاملات میں مشورہ لینے پر زور دیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا کہ مشاورت کے بعد جب ایک بات طے ہو جائے۔ اور پختہ ارادہ کر لیا جائے تو پھر اللہ پر توکل کر کے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت علیؓ کی ایک روایت قابل غور ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا "عزم کیا ہے" آپؐ نے فرمایا:

"مشاورۃ اھل الرائے ثم اتباعھم" (ابن کثیر)

یعنی اہل رائے سے مشورہ کر کے اس کی (ثابت قدمی سے) اتباع کی جائے۔

اس کے علاوہ "مجمع الزوائد" میں حضرت علیؓ کی حدیث ہے۔ یا رسول اللہ جو بات ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اس میں کیا طریقہ استعمال کریں. فرمایا. فقہاء عابدین (سمجھدار خدا پرستوں) سے مشورہ کرو"

ولا تمضوا فیہ رائی خاصۃٍ (اور کسی ایک دو کی رائے مت جاری کرو" ۱

حضرت علیؓ سے ایک دوسری روایت تفسیر روح المعانی میں اس طرح درج ہے۔

" اجمعوا العابدین من امتی، واجعلوہ بینکم شوریٰ ولا تقضوا برائ واحدٍ" ۲

میرے امت کے عابد (نیک اور صاحب الرائے) لوگوں کو جمع کرو اور اس معاملہ پر آپس میں مشورہ کرو۔ اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱ ترجمہ و تفسیر از شیخ الہند مولانا محمود حسن و مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۹۲

۲ روح المعانی ج ۲۵ - ص ۴۲

اپنے امور مشورے کے بعد طے فرماتے تھے۔ غزوہ بدر میں جانے سے قبل آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد جب راستے میں آپؐ کو قریش کے لشکر کے بارے میں علم ہوا تو لشکر سے مقابلہ کرنے کے بارے میں آپؐ نے تاریخی مشورہ کیا۔ اور جب اپنے تمام ساتھیوں کو اس پر متفق پایا تب ہی جنگ کا ارادہ کر کے آگے بڑھے پھر غزوۂ بدر کے بعد آپؐ نے قیدیوں سے سلوک کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کے مطابق فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا۔ اسی طرح ہر موقع پر آپؐ نے مذہبی، دفاعی اور سیاسی معاملات میں صحابہؓ سے مشورے کئے۔ بدایہ کنز اور طبرانی میں نقل کیا گیا ہے کہ قبیلہ غطفان کے سردار عیینہ بن حصینؓ اور حارث بن عوفؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عہد جاہلیت کے طریقے کے مطابق مدینہ منورہ کی آدھی کھجوروں کا مطالبہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ذمہ داروں حضرت سعدؓ بن عبادۃ اور سعد بن معاذؓ وغیرہ کو بلایا اور مشورہ کیا۔ پھر آپؐ نے ان کی رائے کے مطابق عمل کیا [1] اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص جگہ کے متعلق کوئی معاملہ ہو تو رئیس مملکت کو چاہئے کہ اس جگہ کے ذمہ دار لوگوں سے مشورہ کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور خلفائے راشدین کے دور خلافت میں اس قسم کے واقعات بکثرت نظر آئیں گے جن سے دینی حکومت میں ایسی مشورہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی شوریٰ کے متعلق تشریح کرتے ہیں "شوریٰ کا مفہوم آراء کا حاصل کرنا ہے اس کے لئے پہلے دو سمتیں متعین ہوتی ہیں۔ ایک سمت رائے لینے والے ہوتے ہیں۔ دوسری طرف رائے دینے والے ایسی حالت میں

[1] حیاۃ الصحابہؓ ج ۲ ص ۳۷-۳۸

ایک سمت کے اصحاب دوسری سمت کے لوگوں سے رائے طلب کرتے ہیں۔ اور سلامتی و کامیابی کے لئے ایک فیصلہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ بس اس کا نام شوریٰ ہے۔[1]

علامہ ابوحیان اندلسی کے مطابق "شوریٰ اس اظہار رائے کے اس مطالبے کا نام ہے جس کا خطاب امت کے افراد سے ہو۔ جس کے ماتحت امت کے افراد اجتماعی صورت میں آپس میں مل کر بیٹھیں۔ دینی کے متعلقہ معاملات کی بہتری کے لئے اپنی عقل اور اجتہاد سے کام لیں۔ اس اصول پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب حکومت کے ارکان اور امت کے قابل اعتماد افراد اپنے بہترین فائدوں کے لئے جمع ہو کر رائے طلب کریں اور رائے دیں تو یہ سمجھا جائے گا کہ شوریٰ اپنی حقیقت کو پیش کر رہا ہے۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ "شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کے افراد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات آپس میں ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آجاتا ہے۔"[2]

غرض کہ شوریٰ دینی حکومت کا ایک بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر سیاست شرعیہ نامکمل رہتی ہے۔ اور بغیر شوریٰ کی حکومت دراصل ڈکٹیٹر شپ ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے۔

۷۔ آزادی رائے اور حریت ضمیر (Freedom of opinion and Liberty of conscience)

ایسی حکومت کے امور میں جس کی بنیاد اللہ کی حاکمیت اور انسان کی عبدیت و

---

[1] مفردات القرآن — امام راغب اصفہانی (لفظ شوریٰ) ج ۲ ص ۳۴۱، اسلام کا نظام حکومت ص ۲۱۳

[2] تفسیر مظہری پ ۴ آل عمران ج ۲ ص ۱۴۳، اسلام کا نظام حکومت ص ۲۱۴

خلافت کے تصور پر ہوگی۔ آزادی رائے اور حریت ضمیر کی پوری اجازت ہوگی اس لئے سیاست شرعیہ میں آزادی رائے اور حریت ضمیر دو ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ آزادی رائے اور حریت ضمیر کی نوعیت کسی حد تک متعین کی جاسکتی ہے۔ سیاست شرعیہ میں حکومتی معاملات اور انتظامیہ کے سلسلہ میں پبلک کو پورا اختیار ہے۔ لیکن وہ دینی مسلمات اور عقائد و اعمال جو قرآن و سنت سے قطعی طور پر ثابت ہیں۔ آزادی رائے اور حریت ضمیر کا ہدف نہیں بن سکتے۔ البتہ دینی معاملات میں ماہرین شریعت کو اصول شریعت کے ماتحت رائے دینے کی پوری آزادی ہوگی۔ اس بارے میں آئندہ کسی مناسب جگہ پر مستقل گفتگو کی جائے گی۔ بہرحال اسلامی حکومت میں آزادی رائے اور حریت ضمیر کا مطلب یہ ہے کہ دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے ہر انسان اس حق کو استعمال کرسکتا ہے۔

آزادی رائے اور آزادی ضمیر اسلام کے ابتدائی دور سے ہی سیاست شرعیہ کی ایک بنیاد رہی ہے۔ خلفاء راشدین کے دور میں اس کے نظائر کثرت سے ملتے ہیں۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ شہری بھی خلیفۂ وقت کو بغیر کسی خوف کے قانونی حدود کے اندر تنبیہ کرسکتا تھا۔ اور اپنی رائے کا اظہار کرسکتا تھا۔ ایک طرف تو ان کو اطاعت امیر کی تاکید تھی چاہے امیر ایک "حبشی غلام" ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق چل رہا ہو۔ اور دوسری طرف ان کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ اگر وہ امیر (حاکم) کو شریعت کے خلاف (یعنی قانون کے خلاف) عمل کرتے ہوئے دیکھیں تو بے خطر اس کی گرفت کریں۔ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ کیونکہ دینی حکومت میں بنیادی طور پر حاکمیت اللہ ہی کی ہوتی ہے اور لوگ اللہ کے حکم کے پیش نظر ہی امیر کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں پر

امیر (حاکم) کی اطاعت اسی وقت تک واجب ہے جب تک وہ اللہ کی اطاعت کر رہا ہو۔

آزادی رائے کے سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث منقول ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے افضل جہاد کسی ظالم حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"[۱] حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا طاعة فی المعصیةٍ انما الطاعة فی المعروف[۲]

"کسی گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ اطاعت صرف نیک کاموں میں واجب ہے"

ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔

"جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس کو قدرت ہو تو اس کو ہاتھ سے بند کر دے اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔"

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے۔

"یاایھا الناس ان اللہ تعالیٰ یقول لکم مروا بالمعروف ونھوا عن المنکر قبل ان تدعوا فلا اجیب لکم وتسألونی فلا اعطیکم وتستنصرونی فلا انصرکم فما زاد علیھن حتی نزل[۳]

"لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نیک باتوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو۔ مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور قبول نہ ہو۔ تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے۔ تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔"

---

[۱] ترمذی و ابوداؤد، کذا فی المشکوٰۃ [۲] بخاری و مسلم کذا فی المشکوٰۃ

[۳] مسلم و الترمذی ـــــ والنسائی کذا فی الترغیب۔

اس موضوع پر بہت کثرت سے احادیث منقول ہیں۔ ان سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزادی رائے کی نہ صرف اجازت دی ہے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے اور اس کو اختیار نہ کرنے کی صورت میں تنبیہ بھی کی ہے۔ البتہ یہ سب شرعی حدود کے اندر ہونا ضروری ہے۔ نیز شرعی حدود کے ٹوٹنے کے وقت ہر مسلمان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو اللہ کے یہاں جوابدہ ہوگا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص آتا اور آپ کے نبوی رعب وجلال کی وجہ سے اس کی بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی تو آپ بات کرنے لئے اس کی ہمت بندھاتے اور اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے "ڈرو نہیں۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ بلکہ ایک ایسی عورت کا لڑکا ہوں۔ جو پکا ہوا اور خشک کھانا کھاتی تھی"۔ [۱]

ایک حدیث میں حضرت عبادہؓ نقل کرتے ہیں۔

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ ..... وان نقوم او نقول بالحق حیثما کنا لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم	"ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی تھی ..... اور یہ کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے حق بات کے ساتھ قائم ہوں گے یا حق بات کہیں گے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا خوف نہیں کریں گے"۔ [۲]

قرآن کریم میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ (المائدۃ: ۵۴) "اور وہ لوگ (یعنی مومنین) کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہیں"۔

---

[۱] مستدرک ج ۳ ص ۴۵ (سیرت النبی حصہ دوم ص ۳۳۶) [۲] بخاری۔ کتاب الاحکام

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی رائے اور حریت ضمیر سیاست شرعیہ کا ایک بنیادی اصول ہے۔ قانونی حدود میں رہتے ہوئے دینی حکومت کا ہر فرد حکومت پر، اس کے احکام پر اور خود امیر (سربراہِ حکومت) پر آزادانہ تنقید کرسکتا ہے۔

۸۔ اخوۃ (Fraternity) دینی حکومت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بسنے والے تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿ (الحجرات ۴۹ : ۱۰) "مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اس لئے اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے۔

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۴۸ : ۲۹) "(وہ) آپس میں (ایک دوسرے پر) رحمدل ہیں۔"

أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۔ (المائدۃ ۵ : ۵۴) "(وہ) مومنوں کے لئے نرم ہیں۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومنین کی مثال ایک جسم کی طرح ہے اگر اسکے کسی عضو کو کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس کا تمام جسم متاثر ہوگا۔ جس طرح بے خوابی یا بخار سے ہوتا ہے۔" [۱] ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دیتا ہے" [۲] حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم" اس پر صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم اس کی مدد کریں گے جبکہ وہ مظلوم ہوگا۔ لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں گے" آپؐ نے فرمایا "ان کو ظلم سے باز رکھو یا روک دو۔ یہی اس کی مدد ہے۔" [۳]

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا "ایک مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے وہ اس پر

---

[۱] مسلم و بخاری فی ریاض الصالحین۔ [۲] ایضاً [۳] بخاری۔

کوئی ظلم نہیں کرتا، نہ اس کی تحقیر کرتا ہے اور نہ ہی اس کو دھوکا دیتا ہے۔ اور تقویٰ یہاں ہے۔ یہ کہکر آپؐ نے اپنے سینہ کی طرف تین بار اشارہ کیا لـــہ ایک مشہور حدیث میں حضورؐ نے فرمایا "تم سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے" ٢ـــہ

اس موضوع پر کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیاست شرعیہ میں اخوۃ کتنا اہم مقام ہے اور اس معاملہ میں مال، قوم، قبیلہ اور رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ انسان کے اعمالِ صالحہ ہی دراصل بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

۹۔ غیر مسلموں کے حقوق (Rights of Non Muslims) اسلام غیر مسلموں کے مذہب، تہذیب، عائلی زندگی، جان، مال و آبرو کے تحفظ کی پوری ضمانت دیتا ہے۔ وہ لوگ شہری آزادی میں مسلمانوں کے برابر کے شریک ہیں۔ قانون کی نظر میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر ہیں۔ دراصل اس لحاظ سے اسلام ایک عالمی سماج کی تشکیل کرتا ہے یہ ہی وہ پہلا مذہب ہے۔ جس نے "کل انسان اخوۃ" (تمام انسان بھائی بھائی ہیں) کی صدا بلند کی اور بحیثیت انسان سب کو برابر بتایا۔ اس لئے اسلام غیر مسلموں کے ساتھ معاشی معاملات میں مسلمانوں سے الگ کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھتا نہ صرف یہ بلکہ وہ غیر مسلم جو ریاست کے دفاع میں مسلمانوں کے شریک ہوں گے ان سے وہ محصول بھی نہیں لیا جائے گا جو جزیہ کے نام سے کتب فقہ میں مذکور ہے دینی حکومت تمام مسلم رعایا سے زکوٰۃ وصول کرنے کی پوری طرح مجاز ہے۔ لیکن زکوٰۃ غیر مسلم رعایا سے نہیں لی جاتی ہے بلکہ اس کی جگہ ایک دوسرا ٹیکس (محصول) جزیہ لیا جاتا ہے۔ اس ٹیکس (محصول) کے بدلے میں غیر مسلموں کو ان کے مذہب، تہذیب جان و مال و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی مسلم حکومت

لـــہ مسلم کذافی المشکوۃ
٢ـــہ مسلم و بخاری

میں غیر مسلم رعایا حکومت کے دفاع میں بخوشی شرکت قبول کرتی ہے ۔ تو ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ اب وہ خود مسلمانوں کے ساتھ ریاست اور اہل ریاست کے دفاع اور حفاظت میں شریک ہیں ۔ اس لئے یہ کہنا کہ جزیہ اسوجہ سے لیا جاتا ہے کہ دینی حکومت میں ان کو سیکنڈ گریڈ (ثانوی) شہری قرار دیا جاتا ہے غلط ہے ۔

غیر مسلم اپنے دین میں آزاد ہیں ۔ دین کے معاملہ میں ان پہ زبردستی نہیں کی جائے گی اس سلسلہ میں شرعی دلائل "رواداری" کے تحت ملاحظہ فرمائے جائیں ۔

قانون کی نظر میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر ہوں گے ۔ دور نبوی میں ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کردیا ۔ اس کا مقدمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا ۔ آپؐ نے مسلمان کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا "اسکی (یعنی غیر مسلم کی) حفاظت میرا بنیادی فرض ہے ۔" [۵۱]

اپنے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ نے ایک عیسائی پر اپنی زرہ چرانے کا دعویٰ کیا جس کو (یعنی عیسائی کو) انھوں نے کوفہ کے بازار میں اس گم شدہ زرہ کو فروخت کرتے ہوئے دیکھا تھا ۔ انہوں نے امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے اس سے وہ زرہ چھینی نہیں ۔ بلکہ قاضی کی عدالت میں دعویٰ کیا ۔ لیکن چونکہ حضرت علیؓ اس کی کوئی شہادت پیش نہیں کرسکتے اس لئے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دے دیا اور زرہ عیسائی کے پاس ہی رہی ۔ [۵۲]

اس نوع کی مثالیں بکثرت تاریخ اسلام میں ملیں گی جن سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قانون کی نظر میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں ہے ۔

۱۰ ۔ رواداری (TOLERANCE) اسلام اپنے عقائد اور طریقۂ حیات کسی دوسری قوم

---

۵۱ دار قطنی ۵۲ بیہقی

یا کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں پر زبردستی نہیں ٹھونستا ہے۔ قرآن کریم صاف صاف اعلان کرتا ہے :۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: ۲۵۶) "دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔"

نہ صرف غیر مسلموں کے مذہبی رہنما بلکہ ان کے (باطل) معبودوں کے لئے بھی غلط الفاظ استعمال نہیں کئے جائیں گے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الانعام: ۱۰۸) "یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں اُنہیں گالیاں نہ دو۔"

مذہبی اختلافات کے مباحث بھی (اگر ضرورت پڑی تو) احسن طریقے سے ہوں گے جن کے لئے انگریزی لفظ Dialogue (باہمی بات چیت یا گفتگو) زیادہ مناسب ہے :۔

لَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (العنکبوت: ۴۶) "اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کے ساتھ مباحثہ نہ کرو، مگر احسن طریقہ سے۔"

اس طرح دینی حکومت میں غیر مسلموں کو اپنا مذہب ماننے اور اُس پر چلنے کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ جو قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (التغابن ۶۴: ۲) "وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے۔ اور کوئی مومن۔"

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (الکفرون ۱۰۹: ۶) "تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔"

(باقی)

گذارش

ادارہ کی فیس ممبری یا برہان کا سالانہ چندہ روانہ کرتے وقت رسالہ کے پتہ کی چٹ کا نمبر ضرور تحریر فرما دیا کریں۔